www.emarsiya.com

مرثیہ

علمدارِ امنؑ

اے ساقیٔ حیات و مسیحائے کائنات

(در حال ابو الفضل العباسؑ ابن علیؑ)

سید محمد حسنین معصوم علی عابدی

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اے ساقیٔ حیات و مسیحائے کائنات — اے ماورائے کون و مکاں روحِ شش جہات
اے خالقِ صفات و منزّہ عن الصّفات — اے وہ کہ خود وجود بھی ہے جس کا عینِ ذات
ہر رمزِ معرفت کی ہے اِک سعیٔ نا تمام
حدِّ ثناء و حمد سے برتر ترا مقام!

امکاں کو تیرے فیض سے حاصل ہوا وجود — لا انتہا زمان و مکاں کو ملے حدود
تیری رضا سے شر ہے زیاں، اور خیر سود — تجھ سے ہی اختیار بنے جبر کے قیود
جب سارے ممکنات کا تو کردگار ہے
ہے وہم جبر اور گماں اختیار ہے

تیری نظر ہے شکلِ گرِ ظلمتِ عدم — تیرا ارادہ کُن فیکون، کا ہے زیر و بم
ہے سازِ ارتقاء کی یہ آواز دم بدم — تخلیقِ ازل ابد ترے اک کُن میں ہیں بہم
تیرے کرم کا چشمۂ جاری حیات ہے
انوارِ حق کی آئنہ داری حیات ہے

یہ کائنات پردہ بھی ہے، پردہ در بھی ہے — نغمہ بھی، سازِ نغمہ بھی ہے، نغمہ گر بھی ہے
نظارہ بھی ہے، دید بھی ہے اور نظر بھی ہے — یہ خود ہی مبتدا بھی ہے خود ہی خبر بھی ہے
کثرت ہے خود نگاہ کی وحدت کا آئنہ
سارے مظاہر ایک حقیقت کا آئنہ

چشمِ جہاں نگر میں ہے تصویرِ کائنات — انسان ہے خلاصۂ تفسیرِ کائنات
مظہر خدا کی ذات کا تو قیرِ کائنات — کرتا ہے مشتِ خاک سے تعمیرِ کائنات
جامع یہ مرتبہ ہے کمالاتِ خیر کا
انسان ہی رسول ہے آیاتِ خیر کا

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

انساں کو کائنات میں یہ افتخار ہے
ہر ایک چیز تابعِ آئینِ کار ہے!
سارے جہاں میں اِک یہی با اختیار ہے
امکان کے حدود میں پروردگار ہے
مسجود ہے مَلائکۂ ذی وقار کا
آیا زمین پہ بن کے وصی کردگار کا

انساں کے ہاتھ ہی میں خدائی کی ہے زمام
ہیں خاک و باد و آتش و آب و فلک غلام
کون و مکاں کی قبضۂ انساں میں ہے لگام
پابندِ فکر گردشِ دوراں کا ہے نظام
چاہے تو قطرے قطرے سے بجلی نچوڑ لے
جس سمت چاہے وقت کی رفتار موڑ لے

انسان ہی نے بعدِ خدا کی ہے داوری
تسخیر کی فضاؤں کی با وصفِ بے پری
موجِ ہوا سے لیتا ہے کارِ پیمبری
تخلیقِ سنگ سے کئے اصنامِ آذری
جرات معاف! دہر تھا اک نقشِ نا تمام
انساں کے ہاتھ سے ہوا کارِ خدا تمام

اس پر عیاں ہے رازِ تر و خشک و بحر و بر
تحت الثریٰ سے عرش تک اس کی ہے رہگذر
تخلیق کے رموز کرے منکشف اگر
قیدی کی طرح آتی ہیں صدیاں جھکائے سر
تقدیر و اختیار اسی کے عمل سے ہے
لوحِ قلم پہ اس کا تصرّف ازل سے ہے

تخلیق وارتقاء کی ضمانت ہے آدمی
فطرت پہ زندگی کی فضیلت ہے آدمی
ظلمت میں روشنی کی رسالت ہے آدمی
سب نعمتوں میں آخری نعمت ہے آدمی
انساں نہ ہو تو بزمِ جہاں بے چراغ ہے
میکش نہ ہو تو بیچ چھلکتا ایاغ ہے

اِس عالمِ فساد میں رحمت ہے آدمی
باطل شکن، زبانِ صداقت ہے آدمی
خود زندگی کے واسطے عزّت ہے آدمی
سب نعمتوں میں آخری نعمت ہے آدمی
خاک آدمی کی عرشِ معظّم رسیدہ ہے
ہے وہ خدا رسیدہ جو آدم رسیدہ ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

خم خانۂ ازل کا یہ بادہ پرست ہے — خود آگہی کے نشّے میں سرشار و مست ہے
نُورِ چراغِ انجمن بود و ہست ہے — پستی سے اس کی رفعتِ افلاک پست ہے
جبریل ایک صید ہے اس کی نگاہ میں
سدرہ ہے ایک نقشِ قدم اس کی راہ میں

انسان ہی کی ذات طلسماتِ خشک و تر — فطرت میں اس کی دست و گریباں ہیں خیر و شر
عرفانِ نفس ہو تو انا الحق کہے بشر — یزداں کا بھی حریف بنے ٹھان لے اگر
اضداد کی ہے جنگ اگر کائنات میں
انساں ہی کائنات ہے خود اپنی ذات میں

انساں خدا شناس بھی، شیطاں گزیدہ بھی — آبِ حیات نوش بھی ہے، سم چشیدہ بھی
بینائیٔ حیات بھی ہے، کور دیدہ بھی — خالق نئے جہانوں کا بھی، آفریدہ بھی
تقویمِ کائنات کا یہ منتہا بھی ہے
تخریبِ کائنات کا یہ دیوتا بھی ہے

خیر اور شر ازل سے ہیں باہم ستیزہ کار — انسان ہی کی ذات سے ہے خیر کا وقار
انسان ہی ہے شر جو ہو ظلمات کا شکار — شر فتح یاب ہو تو خود انسانیت ہو خوار
آغاز و وسط و خاتمۂ شر ہے جنگ پر
خیر امن کا رسول ہے، بیتِ اماں کا در

شر کل بھی تھا فرات کے مانند جوئے خوں — شر آج بھی ہے جنگ و ہلاکت کا اک جنوں
شر آج بھی ہے موت کا پھونکا ہوا فسوں — سامانِ شر ہمیشہ سے بھی آج ہیں فزوں
بڑھتی ہے موت زیست کا رُخ ڈھانپتی ہوئی
انسانیت کھڑی ہے زبوں کانپتی ہوئی!

اِس دور میں دعائے لبِ تشنگی ہے امن — اکسیر و چارہ سازِ غمِ خستگی ہے امن
ناسودہ کائنات کی آسودگی ہے امن — قندیلِ نور، ماہِ شبِ تیرگی ہے امن
امیدِ امن کہتی ہے انساں مرا نہیں
شر فتح یاب خیر پہ اب تک ہوا نہیں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

احرام، تاج، اجتبا کی پابندگی ہے امن — تصویر و رقص و نغمہ کی آشفتگی ہے امن
گھونگھٹ میں مسکراتی ہوئی تغمگی ہے امن — بچوں کے لب پہ ہنستی ہوئی غنچگی ہے امن
زلیت اک حسین خواب اگر ہے تو امن سے
انساں شرف مآب اگر ہے تو امن سے

توریت، وید، اوستا کا انغام ہے یہی — گیتا، زبور، ژند کا الہام ہے یہی
گوتم، کرشن، رام کا پیغام ہے یہی — عیسیٰؑ کی ہے دعا یہی، اسلام ہے یہی
کعبہ بھی ہے مدینہ بھی، خاکِ شفا بھی امن
ذبحِ عظیم و معرکۂ کربلا بھی امن

ساقی بنامِ امن مئے لالہ فام دے — میخوار منتظر ہیں انھیں اذنِ عام دے
ٹھہرے ہوئے ستاروں کو حکمِ خرام دے — ہم وزنِ مہر و ماہ جو ہو ایسا جام دے
فکرِ بلند عرش معظّم شکار ہو
اک قطرۂ خیالِ دو عالم شکار ہو

رخشِ نظر بہ صورتِ موجِ رواں چلے — کشتیٔ ابر کھولے ہوئے بادباں چلے
بوئے نسیم بن کے مسیحائے جاں چلے — گل کا جلوس کاروانِ درکاروں چلے
ٹھہرے ہر اک روش پہ عماری بہار کی
اترے خیامِ گل میں سواری بہار کی

چشمِ خرد نواز سے دے جام شعلہ رو — نرگس کی چشم سے بھی جو نازک ہو وہ سبو
مے ریز، عطر بیز، جنوں خیز، مشک بو — جس سے نمازِ عشق کی خاطر کریں وضو
ہر گھونٹ ہو عبادتِ قلبِ گداختہ
پیمانہ وہ کہ شیشۂ جاں کا ہو ساختہ

وہ مے پلا کہ مست بھی ہشیار ہو سکیں — سوئے ہوئے دماغ بھی بیدار ہو سکیں
واماندہ انقلاب کی رفتار ہو سکیں — لبشکستہ ہاتھ برسرِ پیکار ہو سکیں
اہلِ جنوں کو دل کے پیامات مل سکیں
رندوں کو میکشی کے مقامات مل سکیں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اک جام دے بنامِ نگارانِ خوش ادا — اک جام دے بہ فیضِ جوانانِ حق نما
اک جام دے بہ پاسِ غمِ دہر آشنا — اک جام دے برنگِ شمیمِ خجستہ پا
جس میں ہو غنچے غنچے کی خوشبو بسی ہوئی
تحریرِ خندۂ دہنِ گل رخی ہوئی

اک جام دے بنام پیامانِ انبیاء — اک جام دے بہ فیضِ امامانِ اتقیا
اک جام دے بہ پاسِ شہیدانِ کربلا — اک جام دے برنگِ خلوصِ لبِ دعا
جس میں کہ آہِ نیم شبی کا گداز ہو
جس میں کہ گریۂ سحری کا گداز ہو

وہ جام جیسے ہیرے کی ترشی ہوئی کنی — وہ جام جیسے چادرِ انوار ہو تنی
وہ جام جیسے چھٹکی ہوئی شب کی چاندنی — وہ جام جیسے پہلی کرن میں ہو روشنی
خوش رنگ، خوش نگاہ خوش اندام خوش خرام
خوش طبع خوش دماغ خوش آواز خوش کلام

اب تلخیِ خمارِ مصیبت اُتر بھی جائے — اب گیسوئے حیاتِ پریشاں سنور بھی جائے
اب شعلۂ بہارِ گریزاں ٹھہر بھی جائے — یہ لو فسردہ شمعوں کے دل میں اُتر بھی جائے
پژمردگیِ رُخ کی جگہ آب و تاب آئے
لطف و عطا وجود سے چھلکا سحاب آئے

اک جام اور ان کے لئے جو پلائیں زہر — جو کذب کے غلام ہیں جو حیلہ سازِ قہر
ہیں بندۂ نگاہِ زمانہ جو ابنِ دہر — دریائے زندگی میں ہیں جو خوں کی تُند لہر
وہ جام دے کہ زہرِ جراحت بھی پی سکیں
غصّہ بھی، التہاب بھی، نفرت بھی پی سکیں

پیکِ اجل کو ساغرِ آبِ حیات دے — تیغِ جفا کو نرمیِ نکہت صفات دے
پائے شکستگی کو مقامِ ثبات دے — بے مائیگی کی جھولی میں کُل کائنات دے
اخترؔ شمارِ ہجر کی راتوں کو خواب دے
ہر جام میں گھُلا ہوا اک آفتاب دے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

ساقی! کہیں نہ تیری سخاوت پہ حرف آئے
ایسا نہ ہو کہ چشمۂ رحمت پہ حرف آئے
رندانِ باصفا کی امانت پہ حرف آئے
فکر و نگاہ و فن کی دیانت پہ حرف آئے
تیرے ادب شناس یونہی باادب رہیں
ایسا نہ ہو کہ بادہ طلب تشنہ لب رہیں

مت پوچھ ہم پہ گذری ہیں کیسی مصیبتیں
اس اک صدی نے دیکھی ہیں کیا کیا قیامتیں
در در بھٹک رہی ہیں کھلے سر نزاکتیں
پُرخار راہ، آبلہ پا ہیں لطافتیں!
پتوں کا رنگ زرد ہوا ہے ہراس سے
کانٹے زبانیں اپنی نکالے ہیں پیاس سے

سبزے پہ ہیں نشان لہو کے بنے ہوئے
شبنم کی بوند میں ہیں شرارے بھرے ہوئے
ہنستے ہیں پھول یا کہ ہیں چہرے سُتے ہوئے
کھلتی ہوئی کلی ہے کہ دل ٹوٹتے ہوئے
سینہ زمیں کا شق ہے عذابوں کے بوجھ سے
دریا تڑپ رہے ہیں جابوں کے بوجھ سے

جنگوں میں حریت کی فضیلت بھی بک گئی
اقوام کی ثقافت و دولت بھی بک گئی
انسانیت کی حرمت و عزّت بھی بک گئی
ماؤں کا پیار، بہنوں کی عصمت بھی بک گئی
مشرق کی روح دولتِ بازار بن گئی
مغرب کی عقل جنسِ خریدار بن گئی

چاہو تو پاسِ شرم و مروّت خرید لو
کوڑی کے مول گوہرِ غربت خرید لو
ہمت جواں کی، بوڑھوں کی غیرت خرید لو
دل کا غرور، ذہنوں کی جدّت خرید لو
جو یہ نہ بیچے خون بھی اس کا مباح ہے
ایسوں کو قتل کرنے میں سب کی فلاح ہے

رُسوا ہے گر کوئی تو دلِ درد مند ہے
ہے پست سے بھی پست تو فکرِ بلند ہے
خوابیدہ ہے ضمیر تو عزّت دو چند ہے
تیشہ ہے جو دماغ، وہی ارجمند ہے
آزادیِ نگاہ پیامِ قضا کا نام
ہے نارسائی بخت کی طبعِ رسا کا نام

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

میزانِ نفع و سود میں دل ہے تلا ہوا
آنکھوں پہ مُہر، ہونٹوں پہ تالا پڑا ہوا
آئینۂ نگاہ حسد سے اٹا ہوا
تعریف مصلحت کا ہے چہرہ چھپا ہوا
سب دیکھتی ہے آنکھ مگر بولتی نہیں
الفاظ کی گرہ بھی زباں کھولتی نہیں

سرمائے کو یہ فکر کہ دُنیا غلام ہو
انساں کا دل گرفتِ مئے میں مدام ہو
احساس اور جذبے کا کم احترام ہو
تہذیبِ رنگ رنگ کا برہم نظام ہو
ہر صبح اک عذاب کی ایجاد ہوتی ہے
ہر شام ایک خون شدہ یاد ہوتی ہے

بارود کے غبار کا چھایا ہوا دُھواں
سینہ سمندروں کا ہوا ہے شرر بہ جاں
جوہر کا قلب پھٹ کے ہوا قہرِ دو جہاں
ملکِ خدا ہے گم شدۂ گردِ کارواں
ایک ایک ذرّہ خنجرِ خوں ریز کا جواب
ایک ایک کل سکندر و چنگیز کا جواب

ارمانوں کی چتا سے ہمیشہ دُھواں اُٹھے
بارِ الم سے آہ نہ اونچی یہاں اُٹھے
لب پر جو حرف آئے بہ طرزِ فغاں اُٹھے
امیدیں سوچتی ہیں کہ سر بھی نہ یاں اُٹھے
شبنم نہیں ٹھہرتی ہے یادوں کے پھول پر
ہر لمحہ اک عذاب ہے غم کے رسول پر

امیدیں قتل ہوگئیں اور خواب لُٹ گئے
روشن تھیں جن سے راتیں وہ مہتاب لٹ گئے
آنکھوں میں جمع گوہرِ نایاب لُٹ گئے
دشمن غریب ہوگئے، احباب لُٹ گئے
جو حال پوچھ لے اُسے انسان جانیے
کوئی کریدے زخم تو احسان جانیے

انسانیت کُشی میں خود انساں کا ہے قصور
سب پر ہے وہ مصائب و آلام کا وفور
نظرِ غیر بھی نہیں کرتے ہیں نا صبور
مردم گزیدہ ہوگئے اپنوں سے بھی نفور
فریادِ جسم گوہرِ جاں ڈھونڈتی ہوئی
اُٹھتی ہے ہر نگاہ اماں ڈھونڈتی ہوئی

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اِس الاماں کے شور میں اے ساقیِ حیات — مِل جائے ہم کو در سے ترے ساغرِ نبات
اُن کے طفیل جن کے لئے بند تھی فرات — کام و دہن ہیں تلخ ہو اب چشمِ التفات
مال و متاع و زر، نہ حکومت کی ہے ہوس
بس ایک ساغرِ مئے اُلفت کی ہے ہوس

بس ایک ایسا جامِ شرابِ کہن ملے — تلخی کو جس کے فیض سے شیریں دہن ملے
محرومیوں کو جس سے دلِ کوہ کن ملے — اُمید کی چھپی ہوئی جس میں کرن ملے
وہ مے کہ جس کا نشّہ صداقت شعار ہو
وہ مے سرور جس کا خرد آشکار ہو

وہ مے جو ہر زبانِ حقیقت نما نے پی — جو مصلحانِ وقت نے پی، اولیا نے پی
جو دانش و خرد کے دلوں کی ضیاء نے پی — پلوا کے انبیاء کو جو خود مصطفیٰؐ نے پی
وہ مے پلا بنامِ شہیدانِ کربلا!
ہو ایک ایک لفظ میں فیضانِ کربلا!

ہر بیت اترے ذہن پہ اس دھوم دھام کی — رفتار مانگے جس سے روانی حسام کی
لپٹا ہوں جس کی گرد سے افواجِ شام کی — ہر لفظ ہووے نذر شہیدوں کے نام کی
ایسا نہ ہو سخن کی دیانت میں فرق آئے
الفاظ کے مزاج و طبیعت میں فرق آئے

ہاں اب سمندِ فکر و خیالِ رواں بڑھے — ہو کر محیطِ ارض سوئے آسماں بڑھے
لے کر جلو میں گردِ رہِ کہکشاں بڑھے — مرّیخ و مشتری کو بھی کر کے دھواں بڑھے
رفتارِ نور ساتھ جو دے سانس ٹوٹ جائے
خورشید بن کے نقشِ قدم پیچھے چھوٹ جائے

دنیا جو آج جنگ کے ڈر سے ہے بے اماں — اس کو دکھائیں قبلہ گہِ امنِ دو جہاں
آلاتِ حرب کو جو سمجھتے ہیں حرزِ جاں — ان کو دکھائیں لشکرِ بے تیغ کا نشاں
وہ پرچمِ بلند جو گردوں شکار ہے
با مشکِ خشک دجلہ و جیحوں شکار ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

یہ وہ علم جو روز ازل سے ہے ضو فگن — پرتو سے اس کے ثابت و سیّار سیم تن
مہتاب ساز، نجم نواز اس کا بانکپن — مصدر دلوں کے نور کی اس کی کرن کرن
یہ وہ عروس اور جو چمکے زوال میں
خورشید ہیں پروئے ہوئے بال بال میں

یہ وہ علم کہ جسے رقاصۂ زمیں — گردوں کے آفتابوں کو بھی مانتی نہیں
بزمِ نظامِ شمس میں ہیں اور بھی حسیں — ٹیکہ لگائے ایسا نہیں کوئی مہ جبیں
یہ امن کا سہاگ ہے، انساں کی آبرو
پیغمبروں کی شان ہے یزداں کی آبرو

یہ وہ علم کہ طوبیٰ بھی ہے جس کا خوشہ چیں — سائے سے جس کے رشکِ ثریّا ہوئی زمیں
یہ خاتمِ دوائرِ افلاک کا نگیں — یہ جس طرف ہو حق ہے اسی سمت بالیقیں
حق اس کے ساتھ ہے یہ رسالت سے پوچھ لو
عمّارِ باصفا کی شہادت سے پوچھ لو

یہ وہ علم جو بدر و اُحد، خندق و حُنین — ہر معرکہ میں اہلِ نظر کا تھا نورِ عین
جب دے چکے علی کو اسے شاہ مشرقین — خیبر میں بن گیا یہی بے چین دل کا چین
یہ خوب جانتا ہے علمدار کون ہے
حیدر ہے کون صفدر و جرّار کون ہے

یہ وہ علم جو بن کے عدو کی اجل گیا — جب بھی اٹھا، نہالِ صداقت سنبھل گیا
گرمی سے اس کے وار کی پتھر پگھل گیا — سمٹی زمین، شہپرِ جبریل جل گیا
کیسی زمین عرش بھی زیرِ قدم رہا
فتح میں اُدھر تھی جد ھر یہ علم رہا

یہ وہ علم جو پرچمِ سلطانِ بے سپاہ — پنجے میں اس کے جذبِ رسالت کی ہے نگاہ
سائے میں اس کے خیمۂ عصمت کو ہے پناہ — روشن ہے اس کی ضو سے امامت کی بارگاہ
اس کا حشم نہ ہو تو صداقت ہے بے نشاں
اس کے بغیر کارِ نبوّت ہے بے نشاں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

ہے یہ علم ہی زینتِ عبّاسِ نامور — یہ حیدرؑ اور وارثِ حیدرؑ سے باخبر
اس کا پھریرا واقفِ ہر رازِ خشک و تر — اس کا فراز سجدہ گہِ عظمتِ بشر
اس نے سدا مٹائی یزیدوں کی آبرو
یہ ہے ازل ابد کے شہیدوں کی آبرو

یہ اک علم ہی شافعِ روزِ جزا بھی ہے — ظلِّ الٰہ بھی ہے، حقیقت نما بھی ہے
یہ ذوالفقارِ پنجۂ شیرِ خدا بھی ہے — یہ زینبؑ و سکینہ کے دل کی دعا بھی ہے
آوازِ حق کی طرح ہمیشہ بلند ہے
سِدرہ بھی جس کی زد میں ہے یہ وہ کمند ہے

یہ اک علم ہی آئینہ ہے حق کی ذات کا — مقتل میں اعتبار ہے پائے ثبات کا
ظلمات میں منارہ ہے نورِ حیات کا — طوفان میں سفینہ ہے اہلِ نجات کا
جو اس سے منسلک ہے، وہ ہے مصطفیٰؐ کے ساتھ
ہے اس علم کا سلسلہ ربِّ علا کے ساتھ

یہ وہ علم ہے، لپٹا ہوا جس سے انقلاب — کمزوروں کا ہے زور، ضعیفوں کا ہے شباب
مظلوموں کا سہارا، شہیدوں کے خوں کی آب — بچوں کے پیار، عورتوں کے اشک کا جواب
بیواؤں کا معین، یتیموں کا حق شناس
بیماروں کا علاج، شکستہ دلوں کی آس

ظاہر ہے اس علم سے علمدار کا وقار — ہوگا وہ کیسا منتخبِ چشمِ روزگار
سردار و سربلند شجاعوں کا افتخار — دل کی وسیع حوصلگی کا خزینہ دار
کیسا امیں ہے وہ یہ امانت جسے ملے
وہ مظہرِ خدا ہے یہ رایت جسے ملے

اصحاب میں حسینؑ کے سب انتخاب تھے — بوڑھے پیمبرانِ سلف کا جواب تھے
بچے کلیمِ نطق، مسیحا خطاب تھے — اور نوجواں دعائے رسالت مآب تھے
ہر ایک دودمانِ علیؑ کا چراغ تھا
صاحب دل و نظر و روشن دماغ تھا

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

لیکن امینِ پرچمِ حق تھا وفا کا پھول — ختمِ رُسل کی شاخِ نہالِ دعا کا پھول
ایماں کی تیغ گلشنِ شیرِ خدا کا پھول — طوفانِ برق و آتشِ دشتِ وغا کا پھول
حاملِ علم کا منتخبِ انتخاب تھا
حاصل یہ ہے کہ وہ پسرِ بوترابؑ تھا

اس کی نگاہ زلزلۂ قصرِ قیصری — اس کا جلال بُرّشِ شمشیرِ حیدری
تلوار اس کی تیشۂ سدِّ سکندری — آواز اس کی نغمۂ سازِ سخنوری
جعفرؑ کا طنطنہ تھا، علیؑ کا وقار تھا
سرمایۂ حسینؑ کا سرمایہ دار تھا

آدم سے تا خلیلؑ و ذبیحؑ و مسیحؑ دار — ہر اک نبی تھا ایسے جری کا امیدوار
مخصوص کر چکا تھا مگر فیضِ کردگار — فوجِ حسینؑ ہی کے لئے یہ وفا شعار
پروردۂ کشادگیِ سینۂ علیؑ
قرآنِ عشق و صدق کی ایک آیتِ جلی

وابستہ ایک ان سے تھی کس کس کی التجا — تھے بازوئے بریدۂ جعفرؑ کا خوں بہا
تھے فاطمہؑ کے حرفِ تمنّا کا مُدّعا — بے مائیگیٔ حضرتِ کلثوم کا صلا
عقدہ کشا علیؑ کے بھی عقدہ کشا ہوئے
ان کی طرف سے فدیۂ راہِ خدا ہوئے

دریوزہ گر ان ہی کی تھی ہر صبح کی ضیا — مہتابِ خانوادۂ ہاشم طلوع تھا
حمزہؓ کے پارہ پارہ عزائم کا حوصلہ — ان کا وجود معجزۂ شانِ لافتا
تعبیرِ خوابِ چشمِ شجاعت مآب تھے
خیبر بھی آبِ تیغ کے آگے حباب تھے

پیماں تھا عمر بھر کا جو سرو و سمن کے ساتھ — ہر گل بدن کے ساتھ تھے ہر خوش دہن کے ساتھ
تھی شرطِ جوئے شیر بھی اس تیشہ زن کے ساتھ — عہدِ وفا نبھاتے رہے یوں چمن کے ساتھ
بن کے شعاعِ جزو رہے آفتاب کے
جیسے علیؑ ہوں ساتھ رسالت مآبؐ کے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

شبیرؑ کو خیال کہ یہ فخرِ روزگار — کیوں ہو اجل رسیدۂ تیغِ دغا شعار
فرمایا، لے کے قافلۂ عترتِ بہار — جا کر بساؤ پھولوں سے یثرب کا تم دیار
جاتے کہاں حسین کو غربت میں چھوڑ کر
بو، کیوں اڑے حصارِ گل و لالہ توڑ کر

اک دم جدا ہوئی نہ کرن ماہتاب سے — مضموں علاحدہ نہیں ہوتا کتاب سے
قیمت نظر کو ملتی ہے آنکھوں کی آب سے — نورِ علیؑ ہے نورِ رسالت مآبؐ سے
عباسؑ ایسے جذب تھے نورِ امام میں
تھی ذوالفقار صبر کی محکم نیام میں

مجبور تھے جو حکمِ امامِ انام سے — دم گھٹ رہا تھا سلسلۂ صبح و شام سے
پھیرے ہوئے تھے منہ کو کچھ ایسے حسام سے — جس طرح ہو خفا کوئی سرکش غلام سے
حرفِ عطش میں اور یہ تشنہ لبی رہی
شمشیر آزمائی کی حسرت دبی رہی

ایسے شجاع تھے کہ اُلٹتے جو آستیں — ہل جاتا آسمان، اُلٹ جاتی تھی زمیں
چینِ جبیں سے دبتی تھی خورشید کی جبیں — شعلہ فگن نظر سے فضا ہوتی آتشیں
جب ڈالتے تھے غربتِ شبیرؑ پر نگاہ
کس بے بسی سے پڑتی تھی شمشیر پر نگاہ

تلوار تھی کہ ابر میں بجلی مچلتی تھی، — وہ دھار تھی نگاہ بھی جس پر پھسلتی تھی
رگ رگ میں جوئے غیض اُچھلتی اُبلتی تھی — آواز ایک اک بُنِ مو سے نکلتی تھی
مولا کہیں تو سیل کا رُخ موڑ دیں ابھی
تیغِ جفا، غرورِ ستم توڑ دیں ابھی

ایسا شجاع اور نہ اذنِ جہاد پائے — مہلت نہ چلنے پھرنے کی طوفانِ باد پائے
کیا صبر ہے کہ تیغ تو گر بہ نہاد پائے — رخصت دفاع کی بھی نہ ضیغم نژاد پائے
سینے پہ حکمِ ضبط کا پربت دھرا ہوا
جوالا مکھی کی طرح سے تھا دل بھرا ہوا

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

چھیڑا جو زخمِ ضبط زہیر ابنِ قین نے
دیکھا پلٹ کے قوّتِ دستِ حسینؑ نے
باندھے تھے ہاتھ حکمِ ششہ مشرقین نے
سر کو اٹھا کے مرتضیٰؑ کے نورِ عین نے
انگڑائی ایسی لی کہ زرہ ٹوٹنے لگی
زنجیر کی گرہ سے گرہ ٹوٹنے لگی

فرمایا "اے زہیر! اجازت جو دیں امام
تم دیکھ لینا ضربتِ عباسؑ تشنہ کام
نظروں میں ہے حباب سے کم تر سپاہِ شام
اُلٹے نہ گر زمین تو بے کار ہے حسام
دیکھا ہے تم نے وارِ علیؑ سے امام کا
اب معرکہ بھی دیکھنا اُن کے غلام کا"

عاشور کی سحر نے گریباں کیا جو چاک
تھا دیدنی جہاد سے اصحاب کا تپاک
سورج نے منہ چھپا لیا بیٹھی وہ دل پہ دھاک
تیرہ تھی صبح فوجوں نے اتنی اُڑائی خاک
رن کی زمیں خزینۂ صاحب دلاں ہوئی
خونِ وفا سے خاکِ فلک آستاں ہوئی

خورشید آیا دید کو نصف النہار پر
یورش کی وہ سمومِ ستم نے بہار پر
ہر لمحہ بار تھا شہِ گردوں وقار پر
زخم اتنے کھائے ایک دلِ بے غبار پر
سینہ تھا ایک گنجِ شہیداں بنا ہوا
بے خطرۂ خزاں یہ چمن تھا کھلا ہوا

کر کے وداع سب کو سپردِ خدا کیا
لیکن نہ ایک شکر کا سجدہ قضا کیا
حق زندگی کا مر کے بہر گام ادا کیا
ہر نقشِ پا کو خضرِ حقیقت نما کیا
پر ایک بات کرنے کو دل مانتا نہ تھا
عباسؑ جائیں مرنے کو، دل مانتا نہ تھا

جب چاہتے وہ رخصتِ میدانِ کارزار
اُن سے لپٹ کے کہتے تھے شبیرؑ نامدار
میری سپاہِ کشتہ کے ہو تم ہی یادگار
تم ہو تو زندہ ہیں مرے سارے وفاشعار
اہلِ حرم کا حفظ و اماں ہے علم کے ساتھ
یہ جان لو حسینؑ کی جاں ہے علم کے ساتھ

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

کہتے تھے دل کو تھام کے عباسؑ صف شکن — ہیں سر بُریدہ غنچہ دہن اور گلبدن
اب کیا رہا، اجڑ گیا پھولا پھلا چمن — رہ رہ کے میری تیغ کو للکارتا ہے رن
حق کے نہ کام آئے تو ہے بار زندگی
اس کربلا کے بعد ہے بیکار زندگی

محرومیوں کے اور نہ اسباب ہوں بہم — جب فوج ہی نہ ہو تو علم دار بے حشم
اب کیا سہوں میں آپ کی فرقت کا بھی الم، — زندہ رہا تو جینے کا ہوگا وقار کم
اب جاں وبالِ جسم ہے، سر بارِ دوش ہے
دل میرا پھٹ رہا ہے، لہو کا وہ جوش ہے

مجبور ہو گئے تو یہ شبیرؑ نے کہا — ہم جانتے نہ تھے کہ ہیں آپ اس قدر خفا
چھوڑیں گے آپ بھی ہمیں تنہا پتہ نہ تھا — جو آپ کی خوشی ہے، ہماری وہی رضا
جو کچھ بھی ہے، وہ آج ہے کھونے کے واسطے
شاید ملے نہ وقت بھی رونے کے واسطے

اک بار سب سے جاتے ہوئے مل تو لیجئے — کوشش تو کچھ سکینہ کے جینے کی کیجئے
پانی پلا کے جامِ شہادت کا پیجئے — زینبؑ کو اپنی موت کا پُرساہی دیجئے
عباسؑ خوش کہ تیغ کے جوہر دکھائیں گے
اطفال کو امید، چچا پانی لائیں گے

خیمے میں جا کے لب پہ جو رخصت کا حرف لائے — زینبؑ یہ بولیں، آئے تو ہونے وداع آئے
جو بھی گئے ہیں رن کو وہ سب ہو گئے پرائے — تم واپس آؤ خیر سے، حق وہ گھڑی دکھائے
بھیّا تمہارے دم سے ہے دم میرے بھائی کا
قائم تمہی سے پردہ ہے زہراؑ کی جائی کا

بھیا! اس آرزو میں رہیں دُخترِ نبیؐ — وہ دیکھتیں ولادتِ عباسؑ کی خوشی
فضلِ خدا سے ان کو اگر ملتی زندگی — بیٹا تمہیں بناتیں وہی پالتیں وہی
شبیرؑ تو ہیں سرورِ کونین کے پسر
تم ہو علیؑ و فاطمہؑ کے پارۂ جگر

www.emarsiya.com

ماں کی جگہ کنیز نے صدمہ اٹھایا ہے — زینبؑ نے اپنی گود میں تم کو کھلایا ہے
تم روئے ہو تو ہم نے دل اپنا دکھایا ہے — آنکھوں میں رات کاٹ کے جھولا جھلایا ہے
اکبر کے ناز اٹھائے ہیں اٹھارہ سال اگر
بتیس[۳۲] سال کاٹے ہیں تم کو بھی دیکھ کر

تنہا ہے آج لختِ دلِ فخرِ دو جہاں — جاتے ہو تم حسینؑ کو چھوڑے ہوئے کہاں
تم سے گلہ نہیں کہ ہے قسمت ہی سرگراں — کچھ فکر کرتے بچوں کی، پیاسے ہیں نیم جاں
دیکھو سکینہ پیاس کے صدمے سے مرتی ہے
گذرے کئی پہر کہ تمہیں یاد کرتی ہے

سر کو اٹھا کے دیکھا بھتیجی کی سمت جب — آئی نظر وہ شدتِ گریہ سے جاں بلب
ناراض تھی چچا سے جو بنتِ شہِ عرب — آکہ قریب کہتی نہ تھی گریہ کا سبب
ننھی سی جاں تھی ضبط جو شکوہ کیے ہوئے
چپکے کھڑی تھی ہاتھ میں کوزہ لیے ہوئے

اس کو اٹھا کے گود میں عباسؑ تشنہ کام — بولے، تمہارے ہجر میں مرتا ہے یہ غلام
کچھ بات تو چچا سے کرو میری خوش کلام — مشکیزہ لاؤ، پانی کا کرتے ہیں اہتمام
پانی کا نام سنتے ہی محشر بپا ہوا
ہر طفل خالی جام لیے آکھڑا ہوا

شورِ العطش، کا ایسا اٹھا کانپا آسماں — اہلِ حرم کی آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
اصغرؑ نے آنکھ کھول دی جھولے میں ناگہاں — ننھی سی مشک لائی سکینہؑ تپیدہ جاں
اصغرؑ کی تشنگی خلشِ تیر بن گئی
مشکِ سکینہ پیاس کی تصویر بن گئی

رخصت اس آن سے بنِ شیرِ خدا ہوا — اک ہاتھ میں علیؑ کا علم تھا کھلا ہوا
مشکیزہ خشک دوش کے اوپر دھرا ہوا — اور سدِ راہِ شوق تھا رن بولتا ہوا
دو دو[۲۲] زرہ تھیں بر میں بہ حکمِ امامِ دیں
گویا تھی ذوالفقار بہ قیدِ نیامِ دیں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

آئے سوئے فرس تو بڑھے شاہِ دوسرا — بولے رکاب تھام کے، حافظ ہے اب خدا
آئی صدا علیؑ کی، مرے شیر مرحبا — خورشید بن کے چترِ زری سر پہ جھک گیا

یوں نورِ حق تھا جلوہ کناں رُخ کے نور پر
لہرا رہی تھی برقِ تجلی کی طور پر،

ظاہر علم کی شان سے پیغامِ مصطفیٰؐ — پنجے میں روشنی کفِ دستِ مرتضیٰؑ
پرچم تھا یا کہ سایۂ دامانِ فاطمہؑ — جلوہ فگن تھی حسرتِ مظلومِ کربلا

یہ پرچم بلند نہ تھا حق کی آن تھی
شبیرؑ کی امید، سکینہؑ کی جان تھی

راکب خدا شناس تو مرکب فلک جناب — معراج میں براق کی رفتار کا جواب
موجِ ہوا پہ بڑھتا تھا یوں صورتِ سحاب — جیسے کسی نبی پہ اُترتی ہوئی کتاب

اک بار بن کے موج جدھر سے گذر گیا
شیرازۂ کتابِ مظالم بکھر گیا

کھینچی عناں فرس کی تو طوفاں کو دی لگام — فوجِ عدو کے سامنے آکر کیا قیام
کی اس طرح زبان کی شمشیر بے نیام — قرآن کی زباں میں کیا ظلم سے کلام

تعریف لب پہ سبطِ رسالت مآب کی
لہجہ رسول کا تھا، زباں بوتراب کی

نعرہ تھا دیکھ لو علمِ حق کی آن بان — بے تیغ و بے سپر بھی لڑاتے ہیں ایسے جان
پیغمبرانِ امنِ جہاں کی یہی ہے شان — ہم کیا لڑیں کہ ہم سے ہے کونین کو امان

لیتی ہے بزدلی لبِ سوفار کی مدد
کم ظرف رن میں لیتے ہیں تلوار کی مدد

تیرا پدر تھا فاتحِ غزواتِ مصطفیٰؐ — ثقلین کی عبادتیں اُس پہ ہوئیں فدا
وہ کفر کُل کے واسطے ایمانِ کُل بنا — تلوار اس کی کلمۂ حق تھا، سپر خدا

لاریب نفسِ حق تھا وہ، نفسِ نبیؐ تھا وہ
اس کی رضا تھی مرضیٔ خالقؑ علیؑ تھا وہ

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

تلوار اپنی حرفِ صداقت شعار ہے　　اپنی سپر محبتِ عالم شکار ہے
اپنی کمان جنبشِ ابروئے یار ہے　　تیر اپنا گردشِ نگہِ باوقار ہے
لوہا ہماری جنگ کا مانا خدا نے بھی
بخشا ہے ذوالفقار کا تحفہ خدا نے بھی

چھو لیں جو ہم تو تیغ کا لوہا پگھل پڑے　　ٹھوکر جو ماریں ریت سے دریا اُبل پڑے
کہہ دیں تو ربطِ روح و بدن میں خلل پڑے　　دیکھیں تو آفتاب سوا گز اچھل پڑے
معراج ہیں بشر کی ہم اہلِ نیازِ عشق
تیغوں کی چھاؤں میں بھی ادا کی نمازِ عشق

مظلومیٔ حسینؑ تو ہے اختیار سے　　گردِ جفا ہے دور دلِ بے غبار سے
عاجز ہے دستِ ظلم دلوں کے وقار سے　　جیتے گا کون درد کے سرمایہ دار سے
پروردگارِ صبر، شہِ بحر و بر ہے وہ
جس کو غریب سمجھے ہو، خیر البشر ہے وہ

قلبِ رضائے حق کی محبت حسینؑ ہے　　پیغامِ انبیا کی امانت حسینؑ ہے
ہر دور میں نظر کی شرافت حسینؑ ہے　　عزّت کی زندگی کی ضمانت حسینؑ ہے
گمراہ ہے حسینؑ سے جو جنگ کرتا ہے
مارے گا کیا حسینؑ کو ظلم آپ مرتا ہے

اعلانِ حریت کی صداقت حسینؑ ہے　　قلب و نگاہ و ذہن کی دولت حسینؑ ہے
اخلاق کے کمال کی جنت حسینؑ ہے　　تکمیلِ کارِ ختمِ رسالت حسینؑ ہے
روزِ ازل کے عہدِ وفا کا امیں ہے وہ
کمزور وہ نہیں ہے، خدا کا امیں ہے وہ

کمزوروں کے قلوب کی طاقت حسینؑ سے　　مظلوموں کی صدا میں حرارت حسینؑ سے
تعمیرِ ابرِ فیض کی رحمت حسینؑ سے　　منسوب اہلِ دل کی عبادت حسینؑ سے
مظہر خدا کے نور کی ذاتِ حسینؑ ہے
ایمان کا ثبات، ثباتِ حسینؑ ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

مینارۂ ہدایتِ عالم حسینؑ ہے — قرآنِ حق کی آیۂ محکم حسینؑ ہے
شعلوں میں جنگ کے غمِ شبنم حسینؑ ہے — انسانیت کا محسنِ اعظم حسینؑ ہے
نفرت ہے ختم، پیار کا پرچم نہیں
اس کربلا کے بعد کوئی کربلا نہیں

یہ صرف اک حسینؑ ہی سے معرکہ نہیں — یا آج سے یزید نہیں یا خدا نہیں
سبطِ رسولؐ آج کوئی دوسرا نہیں — "میں ہوں حسینؑ سے" یہ نبیؐ سے سُنا نہیں؟
حق، خیر، صدق اور صفا ہے حسینؑ سے
انسانیت، رسولؐ و خدا ہے حسینؑ سے

ہم ساقیِ حیات ہیں داور سے پوچھ لو — مقدور ہو تو چشمۂ کوثر سے پوچھ لو
خود نہرِ علقمہ کے لبِ تر سے پوچھ لو — تھا حرؑ کے ساتھ جو اسی لشکر سے پوچھ لو
اب بھی ہمارے قبضے میں کوثر کی راہ ہے
آسودگیِ لاشۂ حرؑ خود گواہ ہے

سچ ہر طرح سے سچ ہے تعلّی کی جا نہیں — ہم ایسے سیر چشموں کی قدرت میں کیا نہیں
کوثر نہیں کہ چشمۂ آبِ بقا نہیں — پیاسے رہیں گے پھر بھی کہ حق کی رضا نہیں
ہم تشنہ لب ہیں اس کا تو تم سے گِلا نہیں
بچوں کو تین روز سے پانی مِلا نہیں

مرجھا گئے ہیں گلشنِ شیرِ خدا کے پھول — پھر بھی سوالِ آب ہے غیرت کو نا قبول
مجبور تھے کہ جنگ ہمارا نہیں اُصول — تلوار اب اُٹھاؤ کہ باتیں ہیں سب فضول
رستہ ہمارا روک لے گر کوئی مرد ہے
اب سامنے ہمالہ بھی آئے تو گرد ہے

کس حوصلے سے پرچمِ حق کو اٹھا کے آئے — کس دبدبے سے فوج پہ گھوڑا دبا کے آئے
جس صف سے گذرے گرد بھی اس کی اڑا کے آئے — آیا جو کوہ راہ میں اس کو گرا کے آئے
فوجیں تھیں دائیں بائیں برابر نگاہ میں
جھنڈے کو نصب کر دیا قلبِ سپاہ میں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

پسپا تھی صرف ضربتِ آواز سے سپاہ ڈھالوں میں چھپ کے مانگتے تھے اسلحے پناہ
بے تیغ لڑ رہی تھی مجاہد کی ہر نگاہ دیکھا جدھر بھی، فوجوں نے بچھ بچھ کے دی ہے راہ
ثقلین کی عبادتیں حیران ہوتی تھیں
یہ لڑ رہے تھے فاطمہؑ قربان ہوتی تھیں

دریا نے بڑھ کے آپ ہی ان کا قدم لیا ڈالی نظر تو دامنِ دریا رفو کیا
موجوں نے اپنے چاکِ گریباں کو یوں سیا اٹھ اٹھ کے خود ہی مشکِ سکینہ کو بھر دیا
پانی سے اس طرح نہ کسی کا گذر رہا
لب کا تو ذکر کیا، سرِ دامن نہ تر ہوا

اہلِ جفا کو فکر کہ پانی نہ جانے پائے ساغر نہ ابنِ ساقیِ کوثر اٹھانے پائے
کم سن بھی کوئی پیاس نہ اپنی بجھانے پائے یہ شیر اک قدم بھی نہ آگے بڑھانے پائے
جس اک نگاہِ غیظ سے پسپا سپاہ تھی
اب صرف مشک اس کے لئے قبلہ گاہ تھی

عباسؑ نے جو روک لی شمشیرِ مرگ اثر افواج نے ہجوم کیا دوڑ دوڑ کر
تھی مشک پر سکینہ کی اب شیر کی نظر پھر بھی قریب آ نہ سکا کوئی بدگہر
روکا نہ سامنے سے کسی بھی شقی نے وار
بازوئے حق پہ چھپ کے کیا بزدلی نے وار

اک ہاتھ تھا جو کشتۂ شمشیرِ زہر دم اک ہاتھ میں سنبھالے تھے اب مشک اور علم
اتنا بہا تھا خون کہ طاقت ہوئی تھی کم پھر بھی یہ رعب دور ہی تھا لشکرِ ستم
جب ہاتھ دوسرا بھی دغا سے قلم ہوا
مشکیزہ تو بچا لیا لرزاں علم ہوا

بزدل پکارے بھاگ کے آجاؤ سب قریب معذور دونوں ہاتھوں سے ہے اب ستم نصیب
بے دست ہے شجاعِ تو شبیرؑ ہیں غریب نرغے کو آئے دوڑ کے ایمان کے رقیب
پھر بھی رگوں میں زیست کا خون دوڑتا رہا
دانتوں سے مشک تھام لی، پانی بچا رہا

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

تھا صرف یہ خیال نہ پانی پہ آنچ آئے
شرمندگی نہ پیاری بھتیجی سے ہونے پائے
تیرِ جفا سے مشک کو اللہ ہی بچائے
پانی پلا دیں بچّوں کو، پھر جاں رہے کہ جائے
یہ فکر تھی کہ مشک پہ تیرِ اجل لگا
پانی بہا تو سینے میں برچھی کا پھل لگا

کس منہ سے جاتے خیمے کی جانب پلٹ پڑے
دیدار سے سکینہ کے مایوس ہو گئے
خالی تھی مشک آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے
تنہا ہجومِ ظلم میں بے دست تھے کھڑے
اتنے میں ایک گرز سرِ پاک پر لگا
یا تیر قلبِ صاحبِ لولاک پر لگا

گھوڑے پہ لڑکھڑائے جو صدمہ گراں ہوا
آئے زمیں پہ یوں کہ نگوں آسماں ہوا
زینت زمین کی علمِ عزّ و شاں ہوا
وہ کیا گرے، نشانِ خدا بے نشاں ہوا
آواز دی کہ جاتے ہیں ہم اے ابنِ رسولؐ
اب کیجئے ہمارا سلام آخری قبول

سُن کر صدائے حضرتِ عباسؑ دل فگار
شہ کی نظر سے گر گئی دنیائے کم عیار
اشکوں کو ضبط کر کے کہا اے وفا شعار
تو کیا اُٹھا کہ زیست کا بھی اٹھّا اعتبار
قسمت میں یہ جدائی بھی لکھی تھی کیا کریں
لازم ہے اہلِ حق پہ کہ شکرِ خدا کریں

تو نے اٹھایا احمدِ مختار کا علم
حمزہؓ کا اور جعفرِ طیّارؑ کا علم
گرنے دیا نہ حیدرِ کرارؑ کا علم
مجھ ایسے بے دیار، دل افگار کا علم
تو حاملِ شریعت و شانِ رسولؐ ہے
سرمایۂ شفاعت و جانِ بتولؑ ہے

میرے غریب تشنہ لب و کم سخن جری
جس طرح تو نے داد شجاعت کی آج دی
حق کا اس طرح نہ لڑے ہوں گے خود علیؑ
پیاس ان پہ تین دن کی کبھی بھی نہیں رہی
بے تیغ تم جفاؤں کے طوفان سے لڑے
بھوک اور پیاس میں بھی عجب شان سے لڑے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

بے تیغ جائے رن میں عَلَم دار کب ہوا
پیغامِ امن دیتی ہو تلوار کب ہوا
مشکیزے کا بھی دوش پہ ہونا بار کب ہوا
معصومیت کا ایسا پرستار کب ہوا

ایک اور زخم یہ بھی ہے زخمِ جدائی میں
بے دست کر کے بھیجا تھا تم کو لڑائی میں

ٹوٹی کمر کو تھام کے شبیرؑ یوں اُٹھے
جس طرح خود کو روک کے طوفانِ خوں اُٹھے
تھامے فلک حیات کا غم کے ستوں اُٹھے
جتنے علم شہیدوں کے تھے سرنگوں اُٹھے

رستہ نہ جب دکھایا چراغِ جدائی نے
آواز دی ترائی سے بھائی کو بھائی نے

اس شیر کی صدا پہ امامِ زمن بڑھے
فوجوں سے صاف کرتے ہوئے غم کا بن بڑھے
کشتوں کے پُشتے کاٹ کے وہ خستہ تن بڑھے
حیدرؑ بڑھے، رسولؐ بڑھے اور حسنؑ بڑھے

کلثوم اور سکینہ کے دل کی دعا چلی
جنت سے بال کھولے ہوئے فاطمہؑ چلی

پہلے تو ایک ہاتھ کہیں پر کٹا ملا
آگے گئے تو خون میں تر دوسرا ملا
اس طرح بھائی بھائی سے بچھڑا ہوا ملا
خوں گشتہ خاک پر وہ دُرِ بے بہا ملا

معراج پائی سر نے جو زانوئے شاہ سے
غش میں بھی آنکھیں کھول دیں خوشبوئے شاہ

لبریزِ خونِ سر سے تھا پیمانہ چشم کا
مجروحِ تیر تھا گلِ جانانہ چشم کا
مے دید کی نہ پی سکا دیوانہ چشم کا
محروم روشنی سے تھا پروانہ چشم کا

اس درد سے کراہے کہ رَن بھی دہل پڑا
نکلے نہ اشک آنکھوں سے، پر دل نکل پڑا

بولے "شہیدِ حسرتِ دیدار ہے حزیں
دیکھوں جو روئے پاک تو آنکھیں ملیں کہیں
عیسیٰ نفس تو آیا ہے بیمار کے قریں
اُٹھ کر میں بیٹھ سکتا نہیں یا امامِ دیں

طالب ہوں عفو کا یہ غلاموں کی خو نہیں
تعظیم کیسے دوں، کہ بدن میں لہو نہیں"

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

پیوست تھا جو تیر وہ آنکھوں سے کھینچ کر — دامن سے خوں حسینؑ نے پونچھا بچشمِ تر
کھلتے ہی آنکھ رُوئے برادر پہ کی نظر — دیکھا کئے حسینؑ کو عباسؑ نامور
ہاتھوں کا غم رہا نہ قلق جان کا رہا
ہاں رنج ایک مشک کے پیکان کا رہا

آنکھوں سے اشک بہنے لگے، دل پکڑ لیا — پوچھا تڑپ کے شاہ نے کیا درد ہے سوا
بولے کہ دیکھا آپ کو کیا ذکر درد کا — ہاں دل پہ ایک کوہِ اَلم ہے دھرا ہوا
وعدہ تھا یہ سکینہ سے پانی پلاؤں گا
اس غم سے مر کے بھی نہ میں آرام پاؤں گا

آقا مجھے نہ خیمۂ عترت میں لے کے جائیں — اس ضعف و تشنگی میں نہ لاشہ مرا اٹھائیں
مرجائے یہ غلام تو چہرے پہ کچھ اُڑھائیں — شہزادیوں سے کہیئے کہ وہ غم مرا نہ کھائیں
کہہ دیجئے سکینہؑ سے معذور تھا چچا
پانی نہ لا سکے یہ کہ مجبور تھا چچا

فرمایا شہ نے مجھ کو یہ حسرت رہی سدا — اک بار مجھ کو بھائی بھی کہہ دیجئے ذرا
بولے کہ جس زبان سے آقا کہا کیا — اب اس پہ کیسے لاؤں کوئی حرف دوسرا
پھرتے نہیں ہیں مرد کبھی اپنی بات سے
چھوڑوں گا میں غلامی کا دامن نہ ہات سے

یہ کہہ کے سر ہٹا لیا زانوئے شاہ سے — بولے کہ آنکھیں پاؤں سے مل لینے دیجئے
آقا کی گود میں تو غلاموں کا سر رہے — آئے گا کون آپ کے سر کو سنبھالنے
بولے حسین تیری وفا میرے ساتھ ہے
جس کا نہیں کوئی بھی، خدا اس کے ساتھ ہے

سُن کر یہ تڑپے حضرتِ عباس خستہ تن — حسرت سے دیکھتے رہے روئے شہِ زمن
ہچکی جو آئی زخموں میں بڑھنے لگی چبھن — دم سرد ہو گیا تو گئی پیاس کی جلن
شبیر جھک کے بھائی کا منہ چومتے رہے
اُٹھ کر بھی دیر تک وہیں روتے کھڑے رہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

لب ہائے صبر و ضبط سے اتنا ہی بس کہا　　تم سے نہ تھی امید یہ عباسؑ باوفا
غربت میں تم نے چھوڑ دیا ساتھ بھائی کا　　ایسی تھی پیاس پاس ہمارا نہ کچھ کیا
پھر بھی ہمیں یقیں ہے نہ ہم جب تک آئیں گے
کوثر کو بھی نہ آپ کبھی منہ لگائیں گے

کہنا پدر سے تنہا ہے اب آپ کا حسینؑ　　پیاس اصغر و سکینہ کی دیکھا کیا حسینؑ
اک دن میں صدیاں صبر کی طے کر چکا حسینؑ　　اب ہے غریب و بے کس و غم آشنا حسینؑ
آسان آپ کرتے ہیں مشکل خدائی کی
حاجت ہے اب حسینؑ کو مشکل کشائی کی

یہ کہہ کے دستِ ضبط بڑھایا حسینؑ نے　　عباسؑ کے علم کو اٹھایا حسینؑ نے
دل سے نشانِ حق کو لگایا حسینؑ نے　　بھائی کو یہ پیام سنایا حسینؑ نے
اربابِ حق نشاں ترا دل سے لگائیں گے
تا حشر اس علم کو جواں مرد اٹھائیں گے

Scanned with CamScanner